مصنوعی بارآوری: صورتیں اور احکام

(ٹیسٹ ٹیوب بے بی)

از: مفتی محمد اسد اللہ آسامی
معاون مفتی، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

آج کل میڈیکل سائنس کی ترقی کے نتیجے میں بہت سے نئے مسائل جنم لے رہے ہیں، نیز علاج کے نام پر بہت سی ایسی شکلیں مارکیٹ میں متعارف کی جارہی ہیں، جن میں سے بعض تو شرعی اعتبار سے قطعی حرام اور اسلام کے بنیادی اصول سے متصادم ہیں اور ان شکلوں کو طبی کیمپ، اخبارات اور دیگر ذرائع کے توسط سے خوب شہرت دی جارہی ہے، نتیجتاً بہت سے مسلمان بھی ان کو اپنارہے ہیں، ان جدید شکلوں میں سے ایک شکل آئی وی یف (in vitro fertilization=ivf) ہے، اس سے مراد تولید کے مصنوعی ذرائع ہیں۔ آج کل اس کی درج ذیل صورتیں رائج ہیں:

(۱) نطفہ شوہر کا ہو اور کسی ایسی عورت کا بیضہ لیا جائے، جو اسکی بیوی نہ ہو پھر یہ لقیحہ اس شوہر کی بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

(۲) نطفہ شوہر کے سوا کسی اور کا ہو اور بیضہ بیوی کا ہو اور اسی کے رحم میں رکھا جائے۔

(۳) شوہر کا نطفہ اور بیوی کا بیضہ لے کر بیرونی طور پر ان کی تلقیہ کی جائے اور پھر یہ لقیحہ دوسری عورت کے رحم میں رکھا جائے، جسے مستعار رحم کہا جاتا ہے۔

(۴) کسی اجنبی شخص کے نطفہ اور اجنبی عورت کے بیضے کے درمیان بیرونی طور پر تلقیہ کی جائے اور لقیحہ بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

(۵) شوہر کا نطفہ اور بیوی کا بیضہ لے کر بیرونی طور پر تلقیہ کی جائے پھر لقیحے کو اسی شوہر کی دوسری بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

(۶) نطفہ شوہر کا اور بیضہ اس کی بیوی کا ہو، ان کی تلقیہ بیرونی طور پر کی جائے اور پھر شوہر کی اسی بیوی کے رحم میں رکھا جائے جس کا بیضہ لیا گیا۔

(۷) شوہر کا نطفہ لے کر اس کی بیوی کے مہبل یا رحم میں کسی مناسب جگہ پر طبی آلے کی مدد سے رکھ دیا جاتا ہے، پھر اسی جگہ بارآوری کی جاتی ہے۔

مذکورہ پانچ شکلوں میں تو اجانب کے مادے کا باہم اختلاط یا اجنبیہ کے رحم سے استفادہ ہوتا ہے، جو بہ حکمِ زنا ہونے کی وجہ سے قطعاً ناجائز ہے، احکامِ شرعیہ سے متعلق تھوڑی سی معلومات رکھنے والا شخص بھی ان کے ناجائز ہونے میں کوئی تأمل نہیں کرے گا؛ البتہ آخرالذکر تین شکلوں میں چوں کہ غیر کے مادے سے استفادہ نہیں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں؛ اس لیے زیرِ نظر تحریر میں ان تینوں شکلوں سے متعلق حکمِ شرعی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے؛ تاکہ اہلِ علم کے لیے غور کرنا آسان ہو۔

شریعت کے اصول اور فقہائے کرام کے کلام کی رو سے یہ شکلیں بھی جواز کے دائرے میں نہیں آتیں؛ بلکہ دیگر پانچ شکلوں کی طرح یہ شکلیں بھی ناجائز اور حرام ہیں۔ ایک تو اس لیے کہ ان طریقوں کو اپنانے میں خاتون کا سترِ غلیظ یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ اجنبی ڈاکٹروں؛ بلکہ بسا اوقات معاونین اور ڈاکٹروں کی ایک ٹیم کے سامنے کھولنا تقریباً لازمی ہے، جب کہ عورت کے لیے ستر کا یہ حصہ نہ مرد کے سامنے کھولنا جائز ہے، نہ عورت کے سامنے۔ اور جو عورتیں ان طریقوں کو اپناتی ہیں ان کو کوئی ایسی جسمانی تکلیف نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ تو محض جلبِ منفعت اور حصولِ اولاد کے لیے کرتی ہیں، ارتکابِ حرام کی گنجائش ضرورتِ شدیدہ کے وقت ہوتی ہے، نہ کہ محض حصولِ منفعت کے لیے۔

بعض معاصرین نے تحفۃ الفقہاء ج ۳ ص ۳۴ کی ایک عبارت (۱) سے اس مسئلے پر استدلال کیا ہے، جس میں مولف ؒ نے عورت کے سترِ غلیظ کو دیکھنے اور چھونے کی اجازت محض ختنہ کے لیے دی ہے، جب کہ عورت کا ختنہ نہ تو سنت ہے اور نہ ہی واجب؛ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں؛ اس لیے کہ تحفۃ الفقہا کی محولہ عبارت کو دیگر فقہاء نے نہیں لیا ہے؛ بلکہ بدائع الصنائع جو درحقیقت تحفۃ الفقہاء کی شرح ہے، اس میں اگرچہ اس عبارت کے بیش تر حصے کو لے لیا؛ لیکن اس جزیہ (یعنی ختنہ کے لیے عورت کے ستر کو دیکھنا اور چھونا) کو نہیں لیا۔ (ملاحظہ فرمائیں، بدائع الصنائع ج ۴ ص ۶۹۹، ط: زکریا، دیوبند) (۲)

مزید یہ کہ جزئیہ مذکورہ علماء کے نزدیک مفتی بہ ہے بھی نہیں؛ اس لیے کہ فقہائے کرام نے صراحت کی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بچہ بالغ ہوجائے اور کسی وجہ سے ختنہ نہ ہوسکا، تو بالغ ہونے کے بعد اس کا ختنہ نہ کرایا جائے اور اس کی وجہ یہ لکھی کہ ختنہ سنت ہے، جب کہ ستر چھپانا فرض ہے یعنی تحصیل سنت کے لیے ترک فرض کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا، چنانچہ مجموعہ فتاوی میں ذخیرہ کے حوالے سے منقول ہے: فی الذخیرة أَنَّ الْمُسْلِمَ يُخْتَنُ مَالَمْ يَبْلُغْ فَإِذَا بَلَغَ لَمْ يُخْتَنْ، لِأَنَّ

سَتُرَ عَوُرَةِ الُبَالِغِ فَرُضٌ وَالُخِتَانُ سُنَّةٌ فَلاَ يُتُرَكُ الُفَرُضُ لِسُنَّةٍ وَالُكَافِرُ إِذَا أَسُلَمَ يُخُتَنُ بِالْاِتِّفَاقِ لِمُخَالَفَتِهٖ دِيُنَ الْإِسُلاَمِ وَهُوَ بَالِغٌ. (ج۳ص۹۶ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج۱۰ص۱۳۴ کتاب الحظر والاباحۃ، ط: دارالاشاعت) تو جب مردوں کا ختنہ جسے تقریباً ضروری اور شعارِ اسلام سمجھا جاتا ہے۔ وہاں اس کی اجازت نہیں دی گئی تو عورت کا ختنہ جو سنت بھی نہیں، اس کے لیے کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟

عدمِ جواز کی دوسری بڑی وجہ اختلاطِ نسب (جس کی شریعت نے بہت تاکید کی ہے) کا اندیشہ ہے؛ اس لیے کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے متعلق جانکاری رکھنے والوں کی تحریریں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عمل کو انجام دینے والے ڈاکٹرس، عورت کا بیضۃ المنی اور مردوں کی منی لے کر باہم ملانے کے بعد ایک ٹیوب میں آبیاری کرتے ہیں، جس کی مدت کم وبیش دو یا چار دن ہے؛ پھر عورت کے رحم میں مناسب جگہ پر اس کو پیوست کرتے ہیں اور یہ کام انتہائی مشکل ہوتا ہے، اس لیے کہ لقیحہ (آمیزہ) رحم میں بہ آسانی چپکتا نہیں ہے؛ بلکہ بسا اوقات کئی کئی بار یہ کوشش ڈاکٹروں کو کرنی پڑتی ہیں؛ اس لیے عموماً ڈاکٹروں کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ عورت سے حاصل کردہ بیضۃ المنی (جو بے شمار جراثیم پر مشتمل ہوتا ہے) کی مختلف ٹیوب میں آبیاری کرتے ہیں۔

اب اس بات کی ضمانت کون دے گا کہ اگر یہ آمیزے بچ جائیں تو ڈاکٹر انھیں ضائع کردیں گے؟ جب کہ مخصوص آلے کے ذریعے عورت کا بیضۃ المنی لینا پھر مرد کی منی کے ساتھ اس کا لقیحہ تیار کرنا انتہائی مشکل مرحلہ ہوتا ہے؛ چناں چہ مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی (عدد:۲ص۱۸۶ وغیرہ) میں اس سے متعلق کافی تفصیلات (۳) مذکور ہیں۔

نیز ٹیسٹ ٹیوب بے بی (ivf) کا طریقہ ایجاد ہونے کے بعد ہسپتالوں میں باقاعدہ منی بینک کا انتظام ہونے لگا ہے، جس میں مختلف صلاحیتوں کے حامل مردوں (مثلاً فنکار، کھلاڑی، سیاستداں، کالا، گورا) کی منیاں محفوظ رکھی جاتی ہیں اور حسب ضرورت عورتیں ان منیوں سے حاملہ ہوتی ہیں؛ بلکہ آج کل بہت سی کمپنیاں وجود میں آچکی ہیں، جو طبی مراکز اور ہسپتالوں کے لیے منیاں، کرائے کی مائیں وغیرہ فراہم کرتی ہیں اور جن ہسپتالوں میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی سہولیات فراہم ہوتی ہیں، وہاں منی بینک نیز کرائے کی کوکھ کا بھی ضرور انتظام ہوتا ہے، ابتداتو ان چیزوں کی یورپ امریکا سے ہوئی؛ لیکن اب ہر جگہ یہاں تک کہ سہارن پور، مظفر نگر جیسی جگہوں میں بھی یہ چیزیں پھیل چکی ہیں، تو کیا یہ ساری چیزیں انسانیت اور نسب انسانی کے ساتھ سراسر مذاق نہیں ہے؟ تو ان دین بے زار؛ بلکہ اسلامی اصول کو بالکل نظر انداز کرنے والوں سے کیا یہ

توقع کی جاسکتی ہے، کہ مرد سے حاصل کردہ منی کو اس کی بیوی ہی کے رحم میں ڈالیں گے؟ یا اس سے بچے ہوئے حصے کو ضائع کردیں گے؟

نیز ان بے دین؛ بلکہ نسل انسانی کو مذاق بنانے والے ڈاکٹروں سے کیا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ منشأ شریعت (اختلاط نسب سے بچانا) کے مطابق یہ امور انجام دیں گے؟ ہرگز نہیں؛ اس لیے کسی مسلمان کے لیے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، ہرگز جائز نہیں کہ اس طریقۂ تولید کو اپنائے، اگرچہ خاتون ڈاکٹرنی ہی سارا کام انجام دے، ہاں اگر شوہر خود اس لائن کا تجربہ رکھتا ہو اور وہ دیانت داری کے ساتھ اس کام کو انجام دے تو شرعاً اس کی گنجائش ہوگی۔ اکابر اربابِ افتاء میں سے حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے منتخبات نظام الفتاویٰ (ج۱ص ۳۳۹) حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ نے احسن الفتاویٰ (ج ۸ص ۲۱۴، ط: دارالاشاعت) اور حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے فتاوی رحیمیہ (ج ۵ص ۴۸۴، کتاب الحظر والاباحۃ ط: مکتبہ الاحسان) میں عدمِ جواز کا ہی فتویٰ دیا ہے، دارالعلوم دیوبند نے بھی حال ہی میں اس طریقۂ تولید سے متعلق عدم جواز کا فتوی جاری کیا۔ (سوال ۴۷، د۱۴۳۴ھ)

یہاں ایک سوال ہوگا کہ اگر کسی نے ناواقفیت یا کسی اور وجہ سے ان شکلوں میں سے کسی کو اپنالیا اور اس کے نتیجے میں بچہ پیدا ہوا، تو بچہ ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟ نیز ایک بیوی کے بیضے کو دوسری بیوی کے رحم میں ڈالنے کی صورت میں بچے کی ماں کون بنے گی؟ جس نے بچہ جنا؟ یا وہ عورت جس کا بیضہ لیا گیا؟ تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ حدیث میں الولد للفراش... وللعاهر الحجر (بخاری رقم ٦٨١٧، باب للعاهر الحجر) فرمایا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ منکوحہ کا بچہ اس کے شوہر کی طرف ہی منسوب ہوگا، بہ شرطے کہ مدت کے اندر اس کی گنجائش ہو یعنی نکاح کے کم از کم چھ مہینے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہو۔ نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ شرعاً ثبوتِ نسب کے لیے فطری طریقے پر ہی رحم میں منی کا ادخال ضروری نہیں؛ بلکہ غیر فطری طریقے پر ادخال کی صورت میں بھی نسب ثابت ہوجاتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: رَجُلٌ عَالَجَ جَارِیَةً فِیْ مَا دُوْنَ الْفَرَجِ فَأَنْزَلَ فَأَخَذَتِ الْجَارِیَةُ مَاءَهُ فِیْ شَیْءٍ فَاسْتَدْخَلَتْهُ فِیْ فَرْجِهَا فَعَلَقَتْ، عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَؒ أَنَّ الْوَلَدَ وَلَدُهُ وَتَصِیْرُ الْجَارِیَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ (ج۴ص ۱۱۴، الفصل الاول فی مراتب النسب، زکریا)؛ لہٰذا دونوں صورتوں میں بچہ ثابت النسب ہوگا، پہلی صورت تو جن دو میاں بیوی کا نطفہ لیا گیا ہے، ان سے ہی نسب ثابت ہوگا۔ رہی دوسری صورت کہ اس میں بچے کی ماں شرعاً کون بنے گی؟ جس کا بیضۃ المنی لیا گیا وہ؟ یا وہ جس نے حمل کی مشقت اٹھائی اور جنم دیا؟

توضیح بات یہ ہے کہ بچے کا نسب اس خاتون سے ثابت ہوگا جس کے بطن سے وہ پیدا ہوا ہے، جس نے حمل و وضع حمل کی مشقت برداشت کی، قرآن کریم میں ہے إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إلاّ الآئی وَلَدْنَهُمْ (المجالۃ :۲) ترجمہ: ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ماں انھیں قرار دیا ہے، جنھوں نے بچوں کو جنا اور حصر کے ذریعے غیر سے ماں ہونے کی نفی کی ہے۔ نیز دوسری آیت میں ہے يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ أُمَّهَاتِكُمْ (الزمر، الآیۃ ٦) یہاں پر بھی موضع تخلیق ماؤں کے بطون کو بنایا، اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مائیں وہ ہوں گی جن کے بطن میں بچہ کی تخلیق ہوئی ہے، نیز آیت کریمہ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ كُرْهًا وَ وَضَعَتْهُ كُرْهاً سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

❁ ❁ ❁

(١) وَلاَ يُبَاح الْمس وَالنَّظَر إلى مَا بَين السّرَّة وَالركبَة إلَّا في حَالة الضَّرُورَة بأن كَانت الْمَرْأَةُ خَتَّانَةً تختن النّساء أو كَانت تنظر إِلَى الْفرج لمعْرفة الْبكارة أو كَانَ في موضع العورة قرح أو جرح يُحْتَاج إلى التَّداوی وَإن كانَ لا يعرفُ ذلك إلّا الرجل يكشف ذلك الخ (تحفة الفقهاء ج٣ ص ٣٤ كتاب الاستحسان. الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت ـ لبنان)

(٢) ولا يجوز لها أن تنظر ما بين سرتها إلى الركبة إلا عند الضرورة بأن كانت قابلة فلا بأس لها أن تنظر إلى الفرج عند الولادة. وكذا لا بأس أن تنظر إليه لمعرفة البكارة في امرأة العنين والجارية المشتراة على شرط البكارة إذا اختصما وكذا إذا كان بها جرح أو قرح في موضع لا يحل للرجال النظر إليه فلا بأس أن تداويها إذا علمت المداواة فإن لم تعلم تتعلم ثم تداويها فإن لم توجد امرأة تعلم المداواة ولا امرأة تتعلم وخيف عليها الهلاكُ أو بلاء أو وجع لا تحتمله يداويها الرجل لكن لا يكشف منها إلا موضع الجرح ويغض بصره ما استطاع (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ٤ ص ٦٩٩ ط: زكريا)

(٣) على كل حال نكاحُ الاستبضاع الآن أخذ شكلا جديدا... يجمع المني من العباقرة والأذكياء والأقوياء ويكتب على كل قارورة منى اسم مانحها وتحفظ في بنوك المنى... وتقدم كالتوجات للنساء وللأسر.. هل تريدون منى الرجل العبقري فلان؟ إنه حصل على جائزة نوبل في الآداب؟ أم تريدون منى الرجل القوي الجبار فلان فقد كان قائدا عسكريا بارعا، أم أن المكتشف والمخترع فلان هو الذي يناسبكم؟ أتريدون ولدا أبيض أم أسمر إلى أخر قائمة الطلبات... تكونت في الولايات المتحدة وبعض دول أوربا شركات تجارية لبيع الأرحام المستعارة يتراوح ثمن الرحم المستأجرة ما بين خمسة آلاف وعشرة آلاف دولار....

(مجلة مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي بجدة وهد تصدر عن منظمة المؤتمر الإسلامي بجدة، العدد الثاني ص١٨٦)

❁ ❁ ❁